جھلک دکھائی دیتی ہے۔

فہم قرآن میں سائنسی رجحان کی ایک مثال: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا﴾ [الأنعام: ۹۹] (فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا) کا ترجمہ مترجمین نے یہ کیا ہے:

شاہ رفیع الدین، عبدالقادر: پھر اس میں سے نکلا سبزہ۔

سرسید: پھر ہم نے اس سے نکالے ہرے (پودے)

اصلاحی، احمد رضا، جونا گڑھی: پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی۔

آزاد: پھر روئیدگی سے ہری ہری گھٹیاں ٹہنیاں نکل آتی ہیں۔

ازہری: پھر ہم نے نکالیں اس سے ہری ہری بالیں۔

وحید الزمان: پھر اس میں ہری ہری کونپلیں (شاخیں) نکالیں۔

ان تراجم سے واضح ہے کہ مترجمین نے لفظ (خَضِراً) کا ترجمہ ''سبزہ، ہری، شاخ اور ہری ٹہنیاں'' جیسے الفاظ سے کیا ہے۔

لیکن مولانا محمد شہاب الدین ندوی جنہوں نے ''قرآن اور سائنس'' کے موضوع پر خاصا کام کیا ہے اور قرآن کے سائنسی اعجاز کو خوب نمایاں کیا ہے۔ انہوں نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ ''پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے ہر قسم کے نباتات اگا دیے۔ پھر ان نباتات سے ہم نے ایک سبز چیز (کلوروفل) نکالی۔ اور اس سبز چیز سے ہم (ہر قسم کے غلے کی) تہہ بہ تہہ بالیاں نکالتے ہیں۔'' [قرآن حکیم اور عالم نباتات ص ۱۹۳]

ان کا کہنا ہے کہ (خَضِراً) سے مراد کلوروفل ہے۔ کلوروفل نباتات میں پائے جانے والے اس سبز مادہ کو کہتے ہیں، جس کی بدولت نباتات ہرے بھرے نظر آتے ہیں۔ وہ کہتے کہ کلوروفل پر لفظ (خَضِرًا) کی دلالت قرآن کا اعجاز ہے، جس کا انکشاف صدیوں بعد ہوسکا ہے۔ (خَضِرًا) سے کلوروفل مراد لے کر ہی آیت کی بصیرت افروز تاویل ممکن ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو عام مترجمین کا ترجمہ ہی زیادہ مبنی بر احتیاط ہے۔ اور لفظ (خَضِرًا) بمعنی سبز پودے لینے ہی میں عافیت ہے۔